

خن از مطلب مے گود راز دہر کمتر جو  
کہ کس نکشود نکشاید بحکمت این معما را

## ہندوستان کی موسقی

ادیب بے ہمتا مولانا مولوی محمد عبدالحکیم صاحب شریف  
کا

ایک میسووڈ پکھر جس میں اُس کی ابتدہ اُس کے تغیرات اور  
اُس کے مدابیر ترقی بڑی خوبی ووضاحت کے ساتھ تباہے گئے ہیں

بُرودہ کی میوزک کانفرنس منعقدہ آخر ماچ ۱۹۱۶ء میں

پیش ہونے کے لیے

یہ چمیز رو خا کسار محمد سراج الحق (حکیم) نہیج رو پیش کے اتهام سے

ماچ ۱۹۱۶ء میں

و لکھ از رس میں چھپ کے شائع ہوا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جن فنون کے ذریعہ سے جذبات انسانی کا ظہور ہوتا ہے  
اُن میں سب سے زیادہ جس فن سے انسان نے کام لیا اور اکثر  
لیتار ہتا ہے وہ موسیقی ہے۔ فلاسفہ کا مقولہ ہے ”جن جذبات دلی  
کے انہار سے زبان و الفاظ عاجز رہ جاتے ہیں اُن کو نغمہ اپنے  
سرودن اپنی لئے اور اپنے زمزموں سے ادا کرتا ہے۔ اور ایسی خوبی  
سے ادا کرتا ہے کہ نفس انسانی اُس پر عاشق ہو جاتا ہے۔ اور روح  
میں عجیب رفت و نزدیکی پیدا ہو جاتی ہے“ گانا انسان کی سرشنستی میں  
داخل ہے۔ اور حیوانات تک اُس سے متاثر ہوتے ہیں۔ رجسخوانی  
سے پاہی کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ پسندواری گاگا کے اپنی محنت کو خوشگوار  
بناتی ہے۔ مان بیٹی کی لاش پر مین کر کے دل کی بھڑاس نکالتی ہے۔  
عاشق غزل سراہی میں فراق کا غم غلط کرتا ہے۔ بچہ مان کی لوری سُسُن  
کے سوتا ہے۔ آونٹ مددی کے آنغمے پرست خراہی کرتا ہے۔ گھوڑا ایسی  
کی آواز پر پانی پتیا ہے۔ اور سانپ مین کے لہرے پر جھوٹ منٹ لگتا ہے۔  
یہ سب نحر کے درس موسیقی کے مختلف کلاس ہیں۔  
جو لوگ گانے کو سرام بتاتے ہیں اُن کی طبیعت بھی جسمی نہیں

پر آتی ہے تو خلوتِ رہی میں بیٹھے بیٹھے ترجم کرنے لگتے ہیں۔ مگر باوجود اس ذوقِ دشوق اور رُر جانِ عام کے ہمیں یہ دیکھ کے بڑھی چیرتِ موتی سہے کہ اسیے ضرورتی اور اصمم فن کی طرف سے لوگونکو اس قدر بے اقنانی کیوں ہے؟ فنونِ لطیفہ میں سے شاعری کی ترقی میں ہم سا عی ہیں۔ مصورتی کی بھی اُنی قدر کرنے ہیں کہ نصابِ تعلیم میں خل کر لیا ہے۔ ایک بے پرواہیں تو موسیقی کی طرف سے جو سب سے ہستم بالشان، اور انسانی جوش و جذبات کے ظاہر ہونے کا سب سے زیادہ ضرورتی قوی اور موثر آدم ہے۔

مگر ہمارے اس بے جسی سے بھی موسیقی کو ایسا ضرر نہیں پوچھ سکتا کہ فنا ہو جائے۔ موسیقی کو فطرت نے ایجاد کیا ہے۔ اور وہی ہر شخص کو ایک مناسب حد تک اُس کی تعلیم بھی دے دیا کرتی ہے۔ وہ بے سیکھ جوش کے موقعوں پر نغمہ سرابن جاتا ہے۔ اور سریلی آدازِ سُن کے محفوظ ہوتا ہے۔ نغمہ سُج طیورِ قدرت کا مکمل و دلکش ترین ارج غنوں ہیں۔ جو کے اور سُردو نونِ چیلیتوں سے ایک نہایت ہی اعلیٰ درجے کا نغمہ سُنا کے ہمیں مست و اذ خود رفتہ بناتے ہیں۔ اور پھر اُسی نغمے کو ہم اپنے گلے کے سروں میں ڈھونڈنے لگتے ہیں۔

الغرض انسان کے جذباتِ فطری نے موسیقی کو ہر ملک ہر سر زمین اور ہر قوم میں خود رہ و طریقے سے پیدا کیا۔ مگر جن قوموں کے تمدن نے ترقی کی اور جنہوں نے علم و فضل میں نمود حاصل کی انہوں نے اپنی زبانوں میں اس فن کو بھی باضابطہ و مہندب بنالیا۔ اور اپنے ہمنسے نغمے کی قدرتی کشش اور زیادہ بڑھادی

بنی اسرائیل۔ مصیری۔ اشوری۔ بابلی۔ یونانی۔ اور رومی سب نے اپنی  
اپنی باری میں اس فن کو ترقی دی۔ اور اپنا فرض ادا کیا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے  
کہ ہماری موسیقی کیسی ہے؟ اور ہم نے اس کے لیے کیا کیا ہے؟

جس طرح ہندوستان کی تاریخ تو ایک راز سرپرستہ ہے

مگر اس کی تہذیب و شاسترگی کا سب سے قدیم اور اعلیٰ والمل میونا  
یقینی ہے اُسی طرح یہاں کا اگلا موسیقی بھی اگرچہ ایک عقدہ مالا خل  
ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کی آریہ  
قوم نے موسیقی کو سب سے پہلے اور سب جگہ سے زیادہ ترقی دی  
تھی۔ اور اُسے بت ہی اعلیٰ درجے کا مکمل و بے مشاہ فن بنادیا  
تھا۔ موسیقی کی تعلیم و یہ کی تعلیم کے ساتھ واپسی تھی۔ اور گانا بجا نہ  
عبادت میں داخل تھا۔ شام و یہ کے بھجن گاکے ادا کیے جاتے  
تھے۔ ”اپ وید دن“ میں وہ بحیثیت ایک فن کے مرتب کی گئی۔ اور  
مقدس و خدار س لوگوں کے نصاب تعلیم میں داخل ہوئی۔

مگر افسوس پڑا نامیوزک لٹریچر و سٹرڈنگ مانہ کی نذر  
ہو گیا۔ آج ہندوستان کے اُس عہد اولین کی کوئی ایسی تحریر  
نہیں موجود ہے جس سے پہلے لگایا جاسکے کہ اُسوقت کا موسیقی  
ہند کیا تھا؟ کیونکہ ادا کیا جاتا تھا؟ اور اُس کے اصول  
کیا تھے؟

ہمارے موجودہ فن موسیقی کی علت مادی و ہی دو عنصر ہیں  
جو ہندوستان کے تمام تدنی شعبوں کے عناصر واقع ہوئے ہیں  
اور وہ دلوں عناصر ہندو مسلمانوں کے علوم ہیں۔ اور انھیں

دو نون کی وقعت و اہمیت سے چوارہ می موسیقی کی بھی قدر معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی خیال سے ہم ان دو نون قوموں اور ان کی زبان کی موسیقی کی تاریخ جُدا جُدا بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد حتی الامکان یہ بیان کریں گے کہ ان دونوں کے ملنے سے اس فن کی کیا صورت ہو گئی اور اب اُس کی کیا شان ہے۔

**مسلمانوں کے آنے سے پیشتر ہندوں کا موسیقی کیسا تھا**  
 اس بارے میں سوا اس کے کہ بے غدر و تردید تسلیم کر دیا جائے کہ وہ بہت اچھا تھا اور نہایت مکمل تھا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس کے ساتھ اس فن کی نوعیت پر اُس وقت کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ وید کے پرانے گیت نہیں مگر خبر نہیں کہ ان کا نغمہ کیا اور کیا تھا۔ موسیقی پر سنکریت کی سب سے پہلی کتاب "رتناکر" بتائی جاتی ہے جسے سارنگ دیوبندی نے بارہ ہوین صدی عیسوی میں تصنیف کیا تھا۔ جب کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں آئے چار صدیوں کے قریب زمانہ گزر چکا تھا۔ اور شمالی ہند میں غوری سلاطین حکومت کر رہے تھے۔

مگر اس سے بھی زیادہ حیرت کی یہ بات ہو کہ "رتناکر" کی موسیقی بھی آج دنیا میں کسی کے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے موجودہ موسیقی کو اُس سے کہاں تک تعلق ہے۔ ہمارے جدید قابل و مستند مصنف موسیقی راجہ نواب علی خان صاحب بریس اور دھانپتی کتاب "معارف النعمات" میں تحریر فرماتے ہیں "افسوس ہو کہ اس وقت ہندوستان میں ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں جو اس کتاب کو کچھ

غالب ہندو  
موسیقی۔

یا ادا کر سکتا ہو۔ یہاں تک کہ اس کتاب کے بعد جو گرتھ لکھے گے اُن کے مصنفین نے بھی رتنا کر کے صفحون کو بخوبی نہیں سمجھا۔“  
ماہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مذہب کی مرتبی گردی سے یہاں رقص و سرود ہزارہ سال پیشتر سے چلا آتا تھا۔ شماں ہند میں متھم۔ اجودا۔ ہدھا اورہ بنارہ س اس کے بڑے مرکز تھے۔ اور دکن کے بڑے بڑے مندر و دن میں بھی اس فن کی بخوبی پر درش ہوتی رہتی تھی۔ آج سے ساڑھے بارہ سو برس پہلے جب عرب مسلمان سندھ میں آئے ہیں تو ملتان کے مندر میں سکردن ہزار دن ناچنے گا نے والی عورتیں موجود تھیں۔ اور گجرات کے بعض اجاؤں کے ساتھ عورتیں راستے میں مجری کرتی جاتی تھیں۔

اسکے بعد ہندوستان میں موسیقی کے متعلق جو کچھ ہوا خالص ہندو کوش کا نتیجہ نہ تھا بلکہ ہندوستان و نون اُس میں شرک تھے۔ اور مجتمع فن موسیقی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس لیے اب ہم اسے اسی جگہ پر چھوڑ کے عربون کی موسیقی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

عربون کی موسیقی کی تاریخ ظہور اسلام کے پچاس ساٹھ برس بعد سے شروع ہوئی ہے۔ جاہلیت عرب میں صد سال پیشتر جرمادتیان کے لقب سے دو گا نے والی رہنمایان بتائی جاتی ہیں جو قوم عاد کے زمانے میں مگہ میں تھیں۔ مگر آنحضرت کے ظہور کے وقت تک عرب میں ایسی عورتوں کا پتہ چلتا ہے جن کا پیشہ گانا تھا اور مردوں کی صحبت شراب میں گایا جایا کرتی تھیں۔ چنانچہ امیر حمزہ کی صحبت عیش میں ایک ایسی ہی عورت کے گانے کا واقعہ مستند ردایات سے ثابت ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن میں راگ کافن تھا۔ اور تین قسم کے راگ گائے جاتے تھے۔ (۱) نصب۔ جو پُر جوش نوجوانوں اور دشت نور دقا فلوں کا پُر اثر اور

سیدھا سادھا گانا تھا۔ (۲) سنادیہ دشوار اور سجدہ راگ تھا جس میں  
گلے بازی کی زیادہ مشق ہوتی۔ اور تانون اور یمنہ دون وغیرہ کی  
اُس میں کثرت تھی۔ اور اُس کی بہت سی دھنین تھیں (۳) ہزر جس اس  
راگ کو صرف لوگوں میں جوش پیدا کرنے سے تعلق تھا۔ اس میں دل پر  
اثر کرنے والے مسودن سے کام لیا جاتا۔ اس بات کی خاص کوشش  
کی جاتی کہ دلوں کو برا نگہنہ کیا جائے۔ اور بے حسون کو جوش لا کر  
اُبھارا جائے۔ عرب کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہوا کرتے  
کار و اج تھا۔ خصوصاً ان مقامات میں جہاں مشہور میلے ہوا کرتے  
چنانچہ شہر ہائے مدینہ۔ طائف۔ خیبر۔ قدک۔ وادی القمری۔ دوستہ الجندل  
اور یامہ۔ اس موسیقی کے لیے مشہور تھے۔ جہاں شرارے عرب مجمعوں میں  
گاگا کے اپنے اشعار سنایا کرتے۔ اور مغنی اور مغنية عورتیں مخلفوں میں  
گاتیں بجا تیں۔

عبدالسلام کی  
موسیقی۔

ظهور اسلام کے وقت عورتوں کا دف بجا بجا کے گانا کثرت سے  
ثابت ہے۔ اور صحابہ کے زمانے ہی میں نامی گوئی پیدا ہونے لگے تھے۔  
چنانچہ سب سے پہلا مغني اسلام بھی مخزوف کا اک غلام طویل سی تھا جس کی شہرت  
خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے زمانے میں خوب ہو گئی تھی۔ اُسے ابتداء  
عمر ہی سے گانے کا شوق تھا۔ اور ہزر اور رمل کے راگوں میں ستاد  
بے بدی مانا جاتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو نہایت منحوس بتایا کرتا۔ اور کہتا  
”جس دن میں پیدا ہوا اُسی روز رسول خدا صلعم نے سفر آخرت کیا جس  
میرا دو دھن چھڑایا گیا اُس دن خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر کی وفات  
ہوئی۔ جس دن میں بلوغ کو پونچا ہوں خلیفہ ثانی حضرت فاروق عظیم

شہید ہوئے۔ اور حس دن میری شادی ہوئی اُس دن خلیفہ ثالث  
حضرت عثمان ذی النورین کو لوگون نے شہید کیا۔ اُسی عہد میں سعد  
ابن ابی و قاص کا ایک غلام قند بھی خوب گاتا تھا۔ اُنھیں نون میں میرج  
اور ابن صیاد بھی تھے جن کا گانہ معموٰۃ اور عبد اللہ بن جعفر طیار نے سنا۔  
طولیں کے شاگردون میں سے معبد دلال اور نوّمۃ الصخی مشہور  
ہوئے جن کے موسيقی کی مدینہ طیبہ میں اور بنی اُسمیہ کے دربار میں  
بڑی قدر تھی۔ یہاں تک کہ ابن طنبورہ نام ایک معنی میں سے آ کے چکا  
جو نہر ج کے راگوں کا اُستاد مانا جاتا تھا۔

مگر عربی تحدن کے بڑھنے کے ساتھ ہی اس خود روشن میں بھی  
اصلاح و ترقی کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اور اس کا آغاز یون ہوا کہ سنہ  
ہجری میں عبد اللہ بن زہبی کو کعبہ کی تعمیر کی ضرورت پیش آئی جس کے  
لیے اُنھوں نے شام و ایران سے رومنی اور عجمی معمار بلوائے۔ عجمی معاوروں  
قاعدہ تھا کہ عمارت بناتے وقت اپنے عجمی گیت گایا کرتے۔ اُن کا نغمہ  
قبیلہ بنی نجح کے ایک خوش گلوچشی غلام سعید ابن نجح کو بھلا معلوم ہوا۔  
اُسے گانے کا شوق تھا۔ وہاں کے مذاق کے متوافق فن موسيقی کو جانتا  
اور اکثر گایا کرتا۔ اُس نے غور د توجہ سے اُن عجمی معماروں کا گانا سنا۔  
اُن کی دھنیں اپنے گلے میں اُتاریں۔ اور پھر جب عربی چینہ دن کو اُن  
دھنوں میں گایا تو ہر طرف داہدا ہونے لگی۔ اور ابن مسیح کو خیال  
ہوا کہ غیرہ باذن کی موسيقی سے میں اپنے نغمے کو ترقی دے سکتا ہوں۔  
اُس کا یہ شوق دیکھ کے آمک نے آزاد کر دیا۔  
لوگوں کی قدر دانی نے اُس میں طالب علمانہ ذوق پیدا کر لاتھا

سفر کر کے ارض شام میں گیا۔ جہان روایتی و یونانی علوم پریلے ہوئے تھے۔ ان زبانوں کے مخفیوں سے ملا۔ ان کے موسیقی کے اصول و قواعد سکھے۔ چنگ دربط بجا۔ اسکیاہا اور ایران کی راہ تھی۔ وہاں جا کے ایرانی گویون کا شاگرد ہوا۔ ان کے نغموں کی دھنیں پیکھیں اور باڑیں دنگیسا۔ اور شیرین دشکر کی دھنیں اپنے گلے سے ادا کیں۔ یونان ترقی کر کے اور اصناف موسیقی میں درخور پیدا کر کے وطن میں واپس آیا تو عجیب چیز تھا۔ اور جہان جاتا اُس کے شوق میں آنکھیں بچھائی جاتیں۔ اور اُس کی قدر دانی میں لوگوں کا انہاک اس درجہ پر ہوا کہ خلیفہ عبدالملک بن مردان کو رپورٹ ہوئی کہ ابن مسیح تمام نوجوانان مدینہ کو غارت کیے ڈالتا ہے۔ اس پر اُس کی جائیداد کی ضبطی کے ساتھ جواب دہی کے لیے دمشق میں حاضر ہونے کا حکم میوا کشان کشان۔ دمشق میں پہنچا تو دہان کی سوسائٹی اور خود عبدالملک بھی اُس کے نغمہ کے والہ دشیدا ہو گئے۔ اور معافی کے ساتھ انعام و اکرام لے کے گروپ آیا۔

ابن مسیح کے بہت سے شاگردون میں سب سے زیاد ۵  
نامور سریج اور غریض تھے۔ اور آخرین معبد بھی اُس کا شاگرد ہو گیا۔ یہ سب ایک عہد میں سب سے بڑے ہستیا دا اور عدیم المثال مخفی مانے جانے جن میں معبد کا نام بہت چمکا۔ پھر اُسی قریباز مانے

عہ بارہ دنگیسا ساسانی تاجدار خسرو پر دیز کے مفتی تھے۔ اور شیرین دشکر اُسی عہد میں ایران کی نامور مخفیہ تھیں۔

میں رہتی۔ اور ابن عائشہ کے نغمے کی شہرت ہوئی۔ اور اُن کی اس درجہ قدر کی جاتی تھی کہ بڑے بڑے ائمہ دین اور علماء فقہائیک نے ان کا نغمہ سننا۔ اور یہ مطلق نہیں ثابت ہوتا کہ اُس وقت کی سوسائٹی میں مغتیون کا درجہ جب وہ ایسا گراہوا تھا جیسا کہ فی الحال ہمارے یہاں ہے۔ بنی ایسہ اور ابتدائی خلفا سے بنی عباس کا دور اسی قسم کے صد ہا مغتیون کو پیش کر رہا ہے جو اپنے فنون میں صاحب کمال تھے۔ جن میں حکم الوداعی اور ابوکامل عزیز کے ایسے مغتی تھے۔ بنی عباس کے زمانے میں اس فن کو اور زیادہ ترقی ہوئی۔ اور مغتیون کا درجہ جب بھی سوسائٹی میں بہت بڑھ گیا۔

ہارون رشید کے عہد میں شام و ترائق اور عرب کے تمام مشہور شہر، ایسی مغتیون سے بھروسے ہوئے تھے۔ خود اُس کے دربار کے منتخب مغتی ابن جامع۔ اور آپ رہیم موصلی اور ابن محرز تھے۔ اور تینوں بڑے صاحب کمال مغتی تھے۔ آپ رہیم وسعت حکومات فن میں بنتیظیر تھا۔ اور ایجاد و اختراع کا بادشاہ مانا جاتا۔ ابن جامع کا گانہ اس بلاک تھا کہ ساری مکمل کو اپنا دالہ رشیدا بنا لیتا۔ ہارون رشید نے ایک بتہ ایک اُستاد مغتی سے پوچھا، ”ابن جامع کے بارے میں کیا کہتے ہو؟“ کہا، ”شہد کا پوچھنا ہی کیا؟“ چبچکیے مونہ سیٹھا ہو جائے گا؟“ پوچھا داد اور آپ رہیم کی نسبت تھارا کیا خیال ہے؟“ جواب دیا، ”وہ ایک چمن ہے جس میں ہر رنگ کے پھول ہیں اور ہر طرح کی خوشبو میں مہک رہی ہیں۔“ رشید نے کہا، ”تو اب ابن محرز کے بارے میں بھی اپنی رائے بتا دو۔“ عرض کیا، ”اُس کی شان یہ ہے کہ جو شخص جو مزاچا ہتا ہو وہی اُس نے بتا۔“

لے لے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ انسان کے دل میں سے نکل کے آیا ہے۔ اور دریافت کر لایا ہے کہ اُسے کیا چیز بھلی معلوم مبوقتی ہے؟ اس عہد میں سب سے بڑا بھروسہ زلزلہ تھا جو استاد گوئیں کے ساتھ بجا تا۔ اور سب اُس کے کمال کے معترض تھے۔ اس موسیقی کو خاص عربی موسیقی ہیں کہہ سکتے۔ بلکہ یہ وہ فن تھا جسے خلفاء کے دربار نے اپنے قومی نغمے میں رسمی و یونانی اور آیمہ افی موسیقی کو طاکے ایک نیا مجنون مرکب بناؤایا تھا اور کیا عجب کہ ہندوستان کے موسیقی کا پچھا نہ پچھا اثر بھی اُس پر پڑا ہو۔ اسلیے کہ ہندوستان کے مختلف فنون کے ماہر برابر وہاں جا کے رہتے اور بعداً دی کی صحنوں میں ملتے جلتے تھے۔ یہ فن موسیقی اُس وقت کی سوسائٹی میں اس قدر مقبول ہوا کہ اُن تمام ملکوں میں خلافت کے زیر نگین خنے پرائی موسیقی منسوخ ہو کے فنا ہو گئی۔ اور شدھ سے اپین تک ہر شہر و قری میں یہی نغمہ گونج رہا تھا۔ اور پہنچ کی زبان پر یہی دھنیں جاری تھیں۔

سوشیل جنت سے اُس کی اس قدر عزت تھی کہ دربار خلافت کے اکثر معزز اور کان اعلیٰ درجے کے موسیقی دان اور مخفی تھے۔ صرف پیشہ درگوئے نہیں بلکہ بڑے بڑے اُمراؤ۔ اُرث و ماشی مثرا اور خاص خاندان خلافت کے اکثر شاہزادے اور شاہزادیان تک بالکل موسیقی دان مانے جاتے تھے۔ اور انہیں عجب نہ لگایا جاتا تھا۔ خود رشید کی بہن علیہ اور اُس کا بیٹا ابراہیم گانے کے مسلم استاد مانے جاتے۔ اس کے ساتھ قلیلہ کی پاکڑا منی

عزت  
مخفیوں کی

و دنیاری کی بھی بحید تعریف کی جاتی تھی۔ اور ابکہ ہسیم کو تو سارے بنی عباس نے مل کے چند روز کے لیے اپنا خلیفہ بنالیا تھا۔

اس ذوق و شوق اور عام رُوحان نے سیکڑوں ہزاروں دُھنیں پیدا کر دین جو کسی نہ کسی مشهور مغنی کی طرف منسوب تھیں۔ اب مخا رق اور علویہ کے پایے کے مغنی پیدا ہوئے جو اصناف موسیقی پر پوری طرح حاوی تھے۔ ان دونوں نے صد ہائی دُھنیں ایجاد کرنے کے علاوہ فارسی زبان کے گیتوں میں بھی دی دُھنیں فائم کرنا شروع کر دین۔ فارسی کی پرانی موسیقی مٹ کے عربی موسیقی میں کھپگی تھی ایں دونوں مغیثوں نے موجودہ فارسی نغمہ کو زندہ کیا۔ اور انہیں کی کوشش اور جدت طازی سے عربی موسیقی فارسی میں منتقل ہوئی جو عربی کے دوش بد دش ترقی کرنے لگی۔

ستوکل کے زمانے میں (۲۳۱ھ سے ۲۷۴ھ تک) عربی موسیقی کو بہت ہی نشوونما ہوا۔ اُس عہد کے نامور مغنی زنیں۔ ڈیں اور مشہد فن نغمہ کے استاد ان کامل مانے جاتے۔ اس کے بعد ع忿ضد باللہ نے جس کا عہد ۲۸۹ھ سے ۲۹۷ھ تک تھا خود فن موسیقی میں کمال حاصل کیا۔ اور بڑے بڑے صاحب کمال گوئے اپنے دربار میں جمع کر لیے۔ پھر اُس سے بھی زیادہ ترقی عبد الرحمن بن معتمر نے دی جو ایک یادگار نامہ شاعر بھی تھا۔

اب عربی موسیقی کو بحید دست ہو گئی تھی۔ ہزاروں دُھنیں قائم ہو گئیں تھیں۔ جن میں اختلاف پڑنے لگا۔ اور تہمات پیدا ہوئے کہ کون دھن کن کی ایجاد ہے۔ اور لوگوں میں باہم اختلاف پڑا۔

جس کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ فن موسیقی پر عربون نے بسیوں  
کتابیں لکھ دیں۔ آخر الامر چو تھی صدی ہجری کے آغاز میں  
علامہ ابو الفرج اصفهانی نے اپنی مشہور کتاب آغافی تصنیف  
کی جو اتنی بڑی ضخیم کتاب ہے کہ اگریں جلد دن میں ختم ہوئی ہے۔  
اس کتاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ بنی سعیاں کے زمانے میں جو  
سو دھنین غتختہ اور سقبول عام تھیں وہ بتا دی جائیں کہ کون  
ہیں۔ کیسی ہیں۔ کس کی ایجاد ہیں۔ اور ان کے بول کیا ہیں۔ اس نیا  
مصنف پہلے وہ شعر لکھتا ہے جس میں دھن قائم کی گئی ہے۔ پھر  
اُس دھن کا حلیہ ایسے الفاظ اور اشاروں میں بتاتا ہے جن کو  
اب کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اس میں اُس مقبول رہاگ کا نام بتاتا ہے  
اور کھاتا ہے کہ کس انگلی سے کس وضع سے اور کس طرح بہرہ  
کے کس تار سے کیونکر کام لے کے ادا کیا جائے۔ اس کے بعد  
شعر کے مصنف اور دھن قائم کرنے والے مخفی دونون کی پورے  
پورے حالات زندگی بتا دیتا ہے۔ فی الحال یہ کتاب عربی علم ادب  
کی اعلیٰ درجے کی کتاب استیلم کی جاتی ہے۔ اور اس سے صرف مارچی  
فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ پورہ پ میں اُس کی بڑی قدر ہوئی۔ نہما۔  
اہتمام سے چھاپی گئی ہے۔ اور فرانس میں خدا جانے کی تی مدت  
کی محنت کے بعد اب اُس کا انڈ کس تیار کیا گیا ہے۔

لیکن اغافی سے اب اور جس قسم کا فائدہ چاہے اٹھا  
لیا جائے۔ موسیقی میں کافی مدد نہیں لی جا سکتی۔ اس یہے کہ اُسکی  
اصطلاحیں سمجھنے والے ناپید ہیں۔ فو تو گرات اُن دونوں تھانوں

کہ گلوں کے سر اپنی اصلی وضع میں محفوظ رکھے جاسکتے۔ جن گلوں سے وہ مُسر ادا ہوتے تھے فنا ہو گئے۔ اصطلاحی الفاظ اور گئے جو نہ صحن سر کی تصویر دکھاتے ہیں نہ لے کی۔ اگرچہ اُس میں فن موسیقی کے اصول و قواعد نہیں تباہے گئے ہیں جس کا ممکنہ دسرے مصنفوں نے ادا کیا۔ بگیر ضرورت ہے کہ آغانی کی دھنون کے زندہ کرنے میں بھی دلیلی ہی کوں کی جائے جیسی کہ رَتَنَا کر کے زندہ کرنے کے لیے بخوبی زیکر جاتی ہے۔ لیکن یہ کام رَتَنَا کر کے زندہ کرنے سے بھی زیادہ دشوار ہے اگرچہ غیر ممکن نہیں۔ ماہم خوب یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان کی موجودہ موسیقی کی تکمیل بغیر ان دونوں کاموں کے انجام دیے نہیں ہو سکتی۔

اُن دونوں مسلمانوں میں فن موسیقی کا اس قدر رواج تھا کہ گوہلیے دین محدثین و فقہاء کو اُس کی طرف توجہ نہ تھی مگر حوزہ علم و فیضیات کے دائروں سے باہر قدم نکالتے موسیقی کی تعلیم کو بھی ضرورتی خیال کرتے۔ جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا حکیم اور فلسفی ابو نصر فارابی جو «معلمِ ثانی» کے اعلیٰ لقب سے ملقب ہے۔ اور سطو کے بعد اُس کا دوسرا درجہ بتایا جاتا ہے۔ اور مصنف اغانی کا ہم عصر تھا وہ حکیم و فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی اعلیٰ درجہ کا صاحب کمال مغنی بھی مانا جاتا ہے۔ موسیقی میں اُس کے کمال کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے:-

وہ تُرک سپاہیوں کی وضع میں وہ تھا۔ دشمن میں پوچھا تو سیدھا وہاں کے فرمان رہا سیف الدین بن محمد ان کے دربار میں ہوئا۔ اور بادشاہ کے سماں میں کفر طاہ ہو گیا۔ اس وقت دربار میں بڑے بڑے

علماء جمع تھے۔ سیف الدولہ نے اُسکی طرف دیکھ کے کہا، "بیٹھ جائیے"۔ کہا، "کہاں بیٹھوں؟ اپنے رہتبے کے مقام پر یاد رہ بار کی مناسبت سے؟" جواب ملا، "اپنے رہتبے کے مقام پر بیٹھو"۔ یہ سنتے ہی ابونصر مند شاہ ہی پر جا کے بیٹھ گیا۔ اور اس طرح پھیل کے بیٹھا کہ خود بادشاہ کے لیے بھی جگہ نہ رہ ہی۔ یہ حرکت سیف الدولہ کو سخت ناگوار ہوئی۔ ایک خاص زبان میں غلاموں سے کہا، "میں اس شخص سے چند سوالات کر دوں گا۔ جس سوال کے جواب میں اسے عاجز دیکھنا بے پوچھے قتل کر دا لنا"۔ ابونصر اُسی زبان میں کہا، "مگر حضور را ائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیا کر دیں"۔ بادشاہ نے لگبر کے کہا، "کیا تم یہ زبان جانتے ہو؟" کہا، "اسی زبان پر منحصر نہیں میں ایسی ایسی شترے با میں جانتا ہوں"۔ اب علماء درد سے مباحثت شروع ہوئی۔ مگر جس ذکر کچھ پوچھا جواب فتن کے ذمہ ہو گیا۔ اور سب کو اقرار کر لینا پڑا کہ ہم اس سے پیش نہیں پاسکتے۔

ان واقعات سے سیف الدولہ کو اُس کی قدر ہوئی تھی کلفتی کی صحت خاص میں لے گیا جہاں مغیتوں نے آکے بھری شروع کیا۔ مگر ابونصر کی نکتہ چینیوں نے ہر معنی کا ماطقہ بند کر دیا۔ بادشاہ نے لوحجا کیا آپ کا نابھی جانتے ہیں؟" کہا، "جی ہاں جانتا ہوں"۔ یہ معلوم ہونے کے بعد سب نے اصرار شروع کیا کہ "کچھ گاکے نہ لیجیے"۔ ابونصر نے جیسے چند لکڑیوں کو مکال کے جوڑا۔ اور بھر ان پر تار جڑا کے کسے۔ پون ایک جیبی بربطا تیار کر کے سر ملا گئے۔ اور اُس پر تسری چھیر کے جوگا نا شروع کیا تو سارے اور بار عش عش کر گیا۔ اس موقع پر اُس نے صمیم را گکا لئے۔ پہلے راگ میں تمام حاضرین کو جوش مرت سے ہنسا تارا۔

موسیقی میں اس کا  
مکال

دوسرے میں ساری محفل کو رہا دیا۔ اور غیرے میں سب پر ایسی خود کی طاری ہوئی کہ بادشاہ اور محل حاضرین غافل سو کئے۔ انھیں سوتا چھوٹے ابو نصر حکیم سے چلا گیا۔ اور بیداری کے بعد سعف الدولہ نے جتنی اُسے پلا کئے اپنار فیق نہ بنایا چین نہ آیا۔ ہمارے یہاں قانون نام کا جو سازہ موجود ہے اسی ابو نصر فارابی کی ایجاد ہے۔

ابو نصر کی دلادت کے بعد ابو علی ابن سینا پیدا ہوا جو مسلمانوں کا دوسراموں سیقی دان حکیم فلسفی ہے۔ اُس نے اپنی مشہور دمعروف کتاب تشخیص میں فن موسيقی کو شرح دبیط کے ساتھ بتایا ہے۔ اگرچہ اُس کے گانے بجائے کا کوئی واقعہ ہم نے نہیں دیتا ہے۔

اس عربی و عجمی موسيقی کو برت کے دکھانے اور ادا کرنے والا تو صحیح ہندوستان بھر میں کوئی نہیں نظر آتا۔ مگر اُس کی تقسیم اور اُس کے فنمات کی باقاعدہ فہرست میں پیش کیے دیتا ہون جس سے اس بات کا اندازہ ہ مہر جائے گا کہ وہ کس قدر وسیع فن ہے۔ اور کتنی کوششوں کے بعد اس درجے کو پونچا ہو گا۔

ان لوگوں نے آسمان کے بارہ بُر جوں کے لحاظ سے ۱۲ مقام یا اصلی راگ مقرر کیے ہیں۔ (۱) رہا دی۔ (۲) حسینی۔ (۳) رہ است (۴) حجاز۔ (۵) بزرگ۔ (۶) کوچک۔ (۷) عراق۔ (۸) نوا۔ (۹) صفا ہان۔ (۱۰) عشق۔ (۱۱) زنگله۔ (۱۲) بوسیلیک۔ ان مقاموں کے نیچے اور اوپر کے سردن کے لحاظ سے انھوں نے ہر ہر راگ کو دو دو شعبوں پر تقسیم کیا ہے۔ اور یون ۱۲ راگوں کے ۲۴ ہو گئے ہیں جو راتِ دن کے ۲۴ گھنٹوں کے مطابق ہیں۔ ہر شعبہ کا جدا نام ہے۔ اور

ابن سینا

اس اسلامی  
موسيقی کے راگ  
راگنیان

اُس کے ماتحت متعدد رائگنیاں ہیں۔

(۱) رہادی کا پہلا شعبہ نور دوز عرب ہے جس کی چھ رائگنیاں ہیں اور دوسرا شعبہ نور دوز عجم ہے۔ اُسکی بھی چھ رائگنیاں ہیں۔

(۲) حیلہ کا پہلا شعبہ دوگاہ ہے جس کی ۲ رائگنیاں ہیں۔ اور دوسرا شعبہ تحریر ہے جس کی ۸ رائگنیاں ہیں۔

(۳) راست کا پہلا شعبہ پنجگاہ ہے۔ جس کی ۵ رائگنیاں ہیں۔ اور دوسرا شعبہ تبرقع ہے جس کی ۷ رائگنیوں کا شمار مجھے نہیں معلوم۔

(۴) حجاز کا پہلا شعبہ سہ گاہ ہے جس کی ۳ رائگنیاں ہیں۔ اور دوسرا شعبہ حصار ہے جس کی ۸ رائگنیاں ہیں۔

(۵) بزرگ کا پہلا شعبہ ہمایون ہے اور دوسرا انفت۔ اس کی رائگنیوں کی بھی تفصیل نہیں معلوم۔

(۶) کوچک کا پہلا شعبہ رکب ہے۔ جس کی ۶ رائگنیاں ہیں۔ اور دوسرا شعبہ سیات ہے۔ جس کی ۵ رائگنیاں ہیں۔

(۷) عراق کا پہلا شعبہ شخالف ہے جس کی ۵ رائگنیاں ہیں۔ اور دوسرا شعبہ مغلوب جس کی ۸ رائگنیاں ہیں۔

(۸) نواکا کا پہلا شعبہ نور دوز خارا ہے جس کی ۵ رائگنیاں ہیں۔ اور دوسرا شعبہ امور ہے۔ جس کی ۶ رائگنیاں ہیں۔

(۹) صفاہان کا پہلا شعبہ تبریز ہے جس کی ۵ رائگنیاں ہیں۔ اور دوسرا شعبہ نشاپور ہے۔ جس کی ۶ رائگنیاں ہیں۔

(۱۰) عشقہ کا پہلا شعبہ زابل ہے۔ جس کی ۳ رائگنیاں ہیں۔ اور دوسرا شعبہ آوج ہے جس کی ۸ رائگنیاں ہیں۔

(۱۱) زنگلہ کا شعبہ چمارگاہ ہے جسکی ۲ راگیان ہیں اور دوسرے شعبہ غزال ہے جس کی ۵ راگیان ہیں۔

اس طریقہ سے اس عرب و عجم کی موسیقی میں (۱۲) راگ (۲۲) شعبہ اور (۱۲۲) راگیوں سے کچھ زیادہ ہوئے۔

ان سادے بسیط راگوں کے علاوہ ان لوگوں نے مرکب نغمہ بھی ایسے بنائے ہیں جو دو دور راگوں سے مل کے خاص ترتیب سے بنتے ہیں۔ بہ طالر ان راگوں کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے مگر انہوں نے چھپی ستائے ہیں۔ جن کو اپنی اصطلاح میں وہ آہنگ کہتے ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) سلیک (۲) گردانیہ (۳) نوروز (۴) گوشت (۵) آزاد (۶) شہناز۔ اس کے علاوہ اُس موسیقی میں بعض اور خاص دھنیں بھی ہیں جن کو وہ گوشہ کہتے ہیں۔ اور سب کے جدا جدا نام ہیں جمادیر اپنی وحربی مذاق کی سہم آہنگی اور ان کے باہم ہمکنار ہونے کا بثوت دیتے ہیں۔ ان گوشوں کا شمار ان کی جستجو و سعی سے ۸ تک پہنچا ہے۔

ان راگوں کے اوپر اوقات بھی مقرر ہیں۔ رہاوی کا وقت اپنے کے وقت سے طلوع آفتاب تک۔ جیسی کا پہر دن چڑھے تک۔ عراق کا دوپر تک۔ راست کا ٹھیک دوپر کو۔ گوچک کا پہر دن رہتے تک۔ توسلیک کا عصر کے وقت۔ عشقی کا بالکل آخر روز یعنی زنگلہ کا پہر تک۔ بزرگ ہا اُس کے بعد کچھ دیر تک۔ اور نوا کا آدھی رات کو ہے۔

لے اور تال بھی اُس موسیقی میں کمال کے درجے تک پہنچے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ اُس میں اتمال ہیں۔ جو مخس۔ ترک ضرب

اُس کے نمونے  
کے اوقات

دو یک دغیرہ نامون سے یاد کیے جاتے ہیں۔

غرض یہ موسیقی تھا جس کو مسلمان اپنے ساتھ لے کے ہندوستان میں آئے۔ ان کا آخر الذکر مصنف موسیقی ابو علی بن سینا محمود غزنوی کا صاحر تھا۔ اگرچہ یقیناً اس سے بہت پہلے عربون کے ساتھ متعدد مخفی سندھ میں آئے ہوں گے۔ مگر وادی گنگا تک مسلمانوں کے پوچھنے کا آغاز محمود غزنوی کے عہد سے ہوا ہے۔ اور جو اسلامی معاشرت ہندوستان میں قائم ہوئی اُس کی پیاد بھی اسی وقت سے پڑھنا شروع ہوئی تھی۔ لہذا ہم اس فن کے بیان آنے کی تاریخ اسی زمانے سے قائم کرتے ہیں۔

محمود کے دربار میں جس طرح شراکی کثرت تھی مخفیوں کی بھی ہو گی۔ مگر ہمیں اس وقت اس کے زمانے کے نہ کسی مخفی کا نامعلوم ہو اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُسے موسیقی کا کس قدر شوق تھا۔ اُس کے بعد سلاطین غزنیوی نے بھی بہت کچھ عیش کیا۔ مگر ان کی صحبت ہے طبقہ میں اپنے اسلامی موسیقی کو زیادہ رسول خ حاصل ہو گا۔ کیونکہ اس وقت تک مسلمان ہندوستان کے مذاقِ غذا سے بالکل ناآشنا تھے۔ گو اس کے جاننے کی بحث ضرورت تھی۔

اس ضرورت کو نہ یادہ مشائخ صوفیہ نے آکے پورا کیا۔

جنھوں نے ہندوستان دلوں گرد ہوں میں اپنے آپ کو مقبول بنانے کے لئے بجا نے کو ایک حیثیت سے عبادت بنادیا۔ اور قوالي سننے ہوئے بغداد سے دہلی میں آپوچے۔ چنانچہ قاضی حمید الدین ماگوری جو ایک زمانے میں بغداد کی صحبت ہے سماج کے رکن اعظم تھے دہلی میں آئے

غیروں کی موسیقی

اور بیان آکے بھی وہی حال و تعال کی محفل گرم کر دی۔ علمائے  
اس پر اعتراض کیا۔ اور فرمان روایے وقت سلطان شمس الدین التمش  
کے در بار میں شاہی ہوئے۔ سلطان نے قاضی صاحب کو علمائے  
سامنے اپنے در بار میں بلوایا۔ کسی عالم نے سر در بار آپ سے سوال  
کیا کہ "سامع کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ جائز ہے یا ناجائز؟"  
قاضی صاحب نے کہا "اہل تعال کے لیے حرام ہے اور اہل حال کے  
لیے حلال" پھر سلطان شمس الدین التمش کی طرف متوجہ ہو کے کہا  
"آپ کا یہ عدوج اور یہ سلطنت و دولت اُس ایک شب کی خدمت  
محفل سماع کا صلحہ والعام ہے جب آپ رات پھر گلگیر ہاتھ میں لیے  
شمع کا گل لیتے رہے تھے" سلطان نے سونچا تو پاد آیا کہ واقعی بغداد  
میں اپنے غلامی کے زمانے میں وہ ایک صحبت سماع میں رات پھر  
ادب سے کھڑا شمع کی گلگیری کرتا رہا تھا۔ اور اُس صحبت میں یہ صاحب  
باطن قاضی صاحب بھی موجود تھے۔ اس واقعہ کا التمش پر ٹہرا اثر پڑا۔  
علماء کو خصت کر دیا۔ ایوان شاہی میں صحبت حال و تعال مرتب کی گئی۔  
اور خاص در بار میں حال آنے لگے۔

یہی زمانہ ہے جب سے سلیمان فرمان روایان ہند موسیقی کے  
مریبی بنے۔ ٹہرے ٹہرے مغتی در بارہ دن میں جمع ہونے لگے۔ اور شاعر  
حاشیت نے سماع و غنا کو اپنے پالکاڑی کے مشاغل میں شرکیک کر لیا۔  
اسی شوق کا اثر تھا کہ التمش کے بیٹے رکن الدین فردوز شاہ کو موسیقی  
کا لے اتھا شوق ہو گیا۔ اُس کے در بارہ میں مغتیوں کی قدر بہت  
بڑھ گئی۔ اطراف و جوانب سے اور دُر دُر سے ٹہرے ٹہرے گویے

اور اعلیٰ درجہ کی مخفیہ وزر قاصہ عورتین اُس کی مخفل میں آکے جمع ہو گئیں۔ اورہ بادشاہ کا انہاک و توفل اس فن میں اس قدر بڑھا کہ ایک ہی سال کے اندر ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۲ء میں اُس نے اپنی سلطنت اس شوق پر قربان کر دی۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ رستاکر کو تصنیف ہوئے چند لکھتی کے برس ہونے ہوں گے۔ اب یہ بھی نہ تھا کہ دربار میں فقط اعجمی مختی ہوں نہیں زیادہ تر ہندوستانی گوئے تھے۔ اس لیے کہ مرد ہی نہ تھے گانے والی عورتیں بھی تھیں۔ اور کثرت سے تھیں جو ہندوستان کے سوا باہر کی نہیں ہو سکتیں۔ وہ سب یقیناً اُسی موسیقی میں دخل رکھتی ہوں گی جو رستاکر میں مدودن کی جا چکی تھی۔

اس کے پچاس برس بعد معز الدین کی قیاد کے زمانے میں جو ۱۸۵۷ھ  
میں تخت پر بیٹھا تھا دربار دہلی میں اور اُس کی وجہ سے سارے ہندوستان میں موسیقی کا شوق اور بڑھ گیا۔ کیقباد کو گانے کا بڑا شوق تھا۔ اور گانے والے اور گانے والیان جن کی ہندوستان میں اُن دنوں بڑی کثرت بتائی جاتی ہے سب طرف سے سڑ کے دہلی میں جمع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ یہی شوق اُس کے لیے بھی زوال دولت کا باعث ہوا۔

اُس کے دو ہی برس بعد خلیجیون کا زمانہ شروع ہوا۔ اور جلال الدین فردوز شاہ خلیجی سریر آرہ اسے سلطنت ہوا۔ وہ اگرچہ عیش پرست نہ تھا مگر موسیقی کا اُسے بھی شوق تھا۔ اور اُس کے دربار کے نامور مختی محمد شاہ چنگی فتوحہ نصیر خان۔ اور بہرہ زربتائے جاتے

معز الدین کی قیاد

جلال الدین خلیجی کے  
دربار کے گروہ

ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمان تھے مگر ان کے نام بتا رہے ہیں کہ ہندوستان  
ہی کی سو سالی میں ان کا نشوونما ہوا تھا۔

علاء الدین خلجی جو ۱۹۵ھ میں تخت نشین ہوا اگرچہ اپنے سارے  
عہد سلطنت میں فوج کشی میں مصروف رہا۔ اور کبھی اُس سے اطمینان  
سے بیٹھنا نہیں نصیب ہوا۔ مگر اُسے بھی موسیقی کا بے انتہا شوق تھا۔  
اور بقول فرشتہ اُس کے دربار میں مُطربون غزلخوانوں اور رابر اپ  
نشاط کی اس قدر کثرت تھی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

اب مسلمان شمای ہند سے قدم بڑھا کے دکن میں پوچھے۔ اور  
ماریخ سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ دکن میں مقابل شمای ہند کے موسیقی  
کا رواج زیاد ہ تھا۔ وہاں سب سے بڑا دربار بیجا مگر کا تھا۔ جو کمالات  
موسیقی کا بہت بڑا مرکز معلوم ہوتا ہے۔ اُس زمانے میں گلبرگہ میں ہمنیوں کی  
سلطنت قائم ہو چکی تھی اور ۱۷۸ھ میں راجہ بیجانگر سلطان فیرود ز شاہ  
بھنی کے مقابلہ کو زبردست لشکر کے چلا اور دریائے گرشنا کے کنارے  
خیمه زدن ہو گیا۔ راجہ کار راج کنور (دو لی عہد) بھی ہمراہ تھا۔ ایک  
رات کو اُمراء دربار بھنی میں سے قاضی سراج چند رفقاء کے ساتھ  
ہندو بھیس کر کے دریا پار ہوئے۔ وہاں ایک مقنیہ رنڈی کے پاس  
گئے جو ہندو فوج کے ساتھ تھی۔ اُس پر بیجعشق ظاہر کیا۔ اور وہ  
ذپور پہن کے اور بنا دشکوار کر کے راج کنور کے وہاں مجرے کو حلی تو  
قتاضی صاحب نے بے انتہا بیتابی دبیر ادی ظاہر کی۔ اور کہا بغیر تھا رہ  
مجھے صبر نہیں آ سکتا۔ اُس نے غدر کیا۔ اور اپنی مجبوری ظاہر کی۔ تو انہوں  
نے کہا مجھے بھی ساتھ لیتی چلو۔ وہ بو لی وہاں میرے ساتھ سوا ساز نہ دنکے

بیجانگر میں موسیقی  
کی ترقی

اور کوئی نہیں جا سکتا۔ انہوں نے کہا، "تو یہی کام مجھ سے لو" اُس نے امتحان لیا تو انہیں گانے بجانے میں اپنا بکمال پایا کہ بولی آپ کا سا ساز نہ بھلا کے نصیب موسکتا ہے؟ آپ شوق سے چلیں۔ چنانچہ اُسکی سنگت میں قاصنی صاحب ولی عہد کی صحبت نشاط میں پورپنے اور عین مجرے کے اندر موضع پاتے ہی شاہزادے کو مار ڈالا۔ ساقہ ہی رفیقون نے غل مچا کے تکرگاہ پر یورش کر دی۔ اور ان کا شور من کے سارا بہمنی شکر چڑھ آیا۔

اس واقعہ سے دیجا بگر میں رقص و سرود کی گرم بازاری کے ساقہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت مسلمان بیان کی موسیقی سے کس قدر مانوس داگاہ ہو گئے تھے؟

بیجا بگر کے مرکز کمال موسیقی ہونے کا ثبوت پر تحال کے واقعہ سے بھی ملتا ہے۔ جو شہزادہ کا واقعہ ہے۔ بیجا بگر کا ایک برہمن جو موسیقی میں کمال رکھتا تھا کاشی کے تیرھے سے والیں آ کے دکن کے شہر ہنگل میں ٹھہرا جو دوست بہنیت کے زیر نگین تھا۔ بیان وہ ایک سُنوار کے گھر میں اُتر۔ اُسی سُنوار کی لڑکی پر تحال بختی جس نے خلاف رواج اس برہمن سے پرداہ کیا۔ برہمن نے پردے کا سبب پوچھا تو سُنوار نے کہا اس لڑکی کی عجیب حالت ہے۔ مسلمان عورتوں کی طرح پرداہ کرتی ہے۔ اور کہیں شادی منتظر نہیں کرتی۔ برہمن نے دم دلا سادے کے اپنے سامنے پڑایا۔ اُس کی صورت دیکھی۔ اور اُس کے حن و جمال پر حیران رہ گیا۔ پھر اُس پر کچھ اپسامہ ربان ہوا کہ وہیں ٹھہر گیا۔ اُسے موسیقی کی تعلیم دی۔ اور بیجا بگر والیں جا کے راجہ سے اُس لڑکی کے حن و جمال

کی تعریف کی۔ راجہ سنتے ہی عاشق ہو گیا۔ اور برمہن سے التجاکی کہ جس طرح  
بنے اُسے میری رانی بنائے میرے محل میں داخل کر دو۔ برمہن نے  
وعدہ کیا۔ اور کچھ نزیور لے کے خوش خوش ٹرکل میں آیا پر تھال  
کے مان باپ کو راجہ کا پیام دے کے راضی کیا۔ اور قصہ کیا کہ منگل  
کے طریقے سے وہ نزیور پر تھال کو پنجاہوے۔ مگر لڑکی نے پہننے سے  
قطعًا انکار کیا۔ اور کہا، اس بارے میں آپ دخل نہ دین۔ راجہ کے رواں  
میں خل ہو کے میں گھر بارہ اور مان باپ کو نہیں تھج سکتی۔ میری قسمت  
میں کچھ اور ہی ہے۔ جس کا انتظار کر رہی ہوں۔ اور اُسے خواب میں  
دیکھ چکی ہوں۔ برمہن مایوس ہو کے واپس گیا۔ مگر راجہ کے دل میں وہ  
شو ق کی جو چنگاری ڈال چکا تھا وہ کیسے بھتی؟ آمادہ ہو گیا کہ خود ہی  
جا کے پر تھال کو زبردستی پکڑ لائے۔

انِ لون دریا سے تنگ بھدر را بھنسی اور بیجا نگری سلطنتوں کی  
حد فاصل تھا۔ راجہ ایک معتمدہ شکر لے کے در پاسے اُترا اور آندھی کی  
طرح لوٹتا مارتا ٹرکل کی طرف چلا کہ بھنسیون کو خبر ہونے سے پہلے ہی ٹرکل پر  
حلہ کر کے اپنی محبوبہ کو پکڑ لے جائے۔ مگر پر تھال راجہ کی قسمت میں نہ تھی۔  
وہ جو لوٹتا مارتا چلا تو اس سے پہلے اُس کی خبر ٹرکل میں پہنچ گئی۔ اور  
کل بستی دالے اپنی جان لے لے کے بھاگے۔ جن میں وہ سُنار اور اُس کا  
خاندان بھی تھا جو اپنے ساتھ پر تھال کو بھی لے کے کہیں غائب ہو گیا۔ راجہ نے  
پہنچ کے لاکھ سرما را گوہ مراد ہاتھ نہ آیا۔ اور ماکام داپس گیا۔ اپنی سرحد  
کے قریب پہنچا تھا کہ بھنسی شکر پہنچ گیا۔ اور اُسے اپنے دارِ سلطنت  
ہی میں بھاگ کے پناہ لینی پڑی۔

جب بھنی سلطان کو راجہ کے اس حملہ کا اصلی سبب معلوم ہوا تو پر تھال کو گلبرگہ میں بلوایا۔ اور اپنے بڑے بیٹے حن خان کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے اور شام نامہ اہتمام سے ۱۵۷۸ھ میں اُس کی شادی کر دی۔ اور یہی پر تھال کا خواب تھا۔

اس واقعہ کے چھتیس برس بعد ۱۵۷۹ھ میں بیانگر الدین عبد الرزاق تیمور لنگ کے بیٹے شاہ رُخ مزاد کے ایمچی بن کے بیانگر کے دربار میں آئے تو بتاتے ہیں کہ شہر میں گانے والی زندگیون کی بے انتہا کثرت تھی۔ شہر کے ہر بھاٹک پر اُن کے محلے تھے۔ اور ایک محلہ شہر کے پچھے میں تھا۔ یہ زندگیان راجہ اور دیگر امرا کی محفلوں میں مجری کیا کرتی تھیں۔ اور راجہ کی خوش تدبیری اُن سے انتظامی امور میں فائدہ اٹھاتی تھی۔

بیانگر ہی نہیں اُن بلاد دکن میں بھی جو مسلمانوں کی قلمروں میں شامل ہو چکے تھے مو سیقی کا بہت چرچا تھا۔ چنانچہ جس زمانے میں بیانگر کی ذکور ہے بالا حالت دکھائی گئی ہے۔ اُس سے تقریباً ایک صدی پہلے سلطان محمد تغلق کے عہد میں (جو ۱۵۱۷ھ سے ۱۵۲۴ھ تک ہے) مغربی سیاح ابن بطوطة اپنے سفرنامے میں دیوگढھ کے اندر جس کا محمد تغلق نے دولت دنام رکھ دیا تھا اور باب نشاط کا ایک مخصوص بازار بتاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے "اس شہر میں مغتیبوں اور مغتیہ عورتوں کا ایک بازار ہے جو طرب آباد کہلاتا ہے اور تمام بازاروں سے زیادہ بار و نق ہے۔ اُس میں سڑک کے کنارے کنارے بہت سی دکانیں چلی گئی ہیں۔ ہر دکان کے پیچے مکان ہے جس کا دروازہ ایک گلی میں ہے۔"

دولت آباد کا محل  
درب آباد

اس د کان میں پُر تکلف فرش بچا رہتا ہے اور اُس کے بچوں پچ میں ایک بڑا سا ہند دلا ہوتا ہے۔ اُس میں مخفیہ عورت پناہ شنگھار کر کے بیٹھتی یا لیٹ جاتی ہے اور اُس کی لوندیاں اُس ہند دلے کو جھلاتی رہتی ہیں۔ بازار کے پچ میں ایک بڑا بھاری بُرج بنایا ہے جس میں مخفیوں کا چودھری ہر جمعرات کو ناز عصر کے بعد آئے کے پیٹھ جاتا ہے۔ اُس کے غلام اور خدام سانتے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ اور گانے والیوں اور مخفیوں کے طائفے کے بعد دیگرے آئے اُس کے سامنے مجرمی کرتے ہیں۔ مغرب کے وقت تک رقص دسرود کی محفل گرم رہتی ہے۔ اور آفتاب کے غروب ہوتے ہی وہ اُٹھ کے چلا جاتا ہے۔ اس بازار میں متعدد سجیدین ہیں۔ جن میں ماہ مبارک رمضان میں تراویح ہوتی ہے۔ بعض ہندوار اچھے جب اُدھر سے گزرتے ہیں تو اس بازار کے بُرج میں اُترتے۔ اور مخفیہ عورتوں کا گانا سنتے ہیں۔ بعض مسلمان بادشاہوں نے بھی اس بازار اور اس بُرج میں پیٹھ کے رقص دسرود سے لطف اٹھایا ہے ॥

این بسطوٹھ ہی نے یہ بھی بتایا ہے کہ محمد تغلق کے دربار کا سب سے بڑا گوستا اور اُس کا داروغہ ارباب نشاط امیرسالدین تبریزی تھا اور کل ارباب نشاط عام اس سے کہ مرد ہوں یا عورتیں سب اُس کے ماتحت اور تابع فرمان تھے۔ جن میں نہ یاد ہ ترہنڈستان ہی کے سختی اور مخفیہ عورتیں ہوں گی۔

این واقعات سے آدل تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دولت آباد کا وہ بازار دراصل ہندوں کے زمانے سے قائم تھا۔ جس سے راجہ لطف

مجھ تغلق کا داروغہ  
ار باب نشاط

ان واقعات  
کے نتائج

اُٹھا یا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے آنے کے بعد اُس میں مسلمان گوئے بھی پیدا ہو گئے اور ان کی اس قدر کثرت ہو گئی کہ ان کے لیے کئی مسجد دن کے تعییر ہونے کی صورت پرستی۔ پھرے یہ کہ وہاں کے موسيقی سے مسلمان اس قدر ماںوس اور دا قفن ہو گئے تھے کہ مسلمان بادشاہ ہونا تک کو اُس میں جائے گا نامنenze کا شوق ہوا۔ چوتھے یہ کہ دربار کا سب سے بڑا معنی ایک ایرانی الاصل مسلمان تھا۔ اور کل ارباب نشاط اُس کے مطیع و منقاد تھے۔ پاخوئین یہ کہ مغیثون کا سردار اور داروغہ ارباب نشاط اتنی عزت رکھتا تھا کہ ”میر“، کے لفظ سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ سب باقیں تصدیق کر رہی ہیں کہ دکن میں موسيقی کافن

نہ یادہ تر تھا۔ اور ہندوستان بھر میں یہاں کی قدیم موسيقی پر عجمی موسيقی کا اثر پڑ کے ایسے اسباب پیدا ہو گئے تھے جو بیجی رہ ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ جس طرح خوارق اور علویہ نے عربی کی دھنیں فارسی کے گیتوں میں منتقل کیں اُسی طرح ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے مغیثون نے اپنے ملک اور وطن کی دھنیں ہندوستان کے گیتوں میں پیدا کی ہوں۔ یہی اُستاد تھے جنہوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے فن موسيقی کو ملا جلا کے ایک نئی موسيقی پیدا کر دی۔ جس کے دو نون گردہ دالہ دشیدا تھے۔ اور اسی میں جوں کی برکت تھی کہ عجمی موسيقی کے عام پندرہ آگوں میں سو نوروز زنگولہ اور حجاز۔ ہندی موسيقی میں شامل ہو کے نور و چکا۔ جنگل۔ اور زیجج کے ناموں سے مشهور ہوئے۔ اسی قدر نہیں سمجھا جاتا ہے کہ

دو نون موسيقيون  
مل کے نئی موسيقی ہند بجا

زَمِيلَفْ - شَاهَانَه - دَرَبَارِي - اور صَلَع (کھماچ) بھی ہمارے پیان اُسی موسیقی سے آئے ہیں۔ ہمارے مکرم مصنف موسیقی راجہ نواب علیخان صاحب یہ قیاس فائِم کرنے میں کہ علمی لین دین کسری کے زمانے میں ہوا بہت دُور نکل گئے۔ کسری کے زمانے کی موسیقی آج دنیا میں موجود نہیں اور نہ کوئی اُس کے کسی ایک راگ کا بھی نام جانتا ہے۔ یہ سب راگ اُس عربی موسیقی کے ہیں جو مسلمانوں کی پیدا کی ہوئی ہے۔ پارسیوں کی عید کا لحاظ کر کے لفظ نور دز کا وجود چاہیے کسری کے زمانے میں بتا دیجیے۔ مگر تجاز تو خالص عربی ہے۔ اور جس راگ کا نام نور دز ہے وہ خالص عبادی ہے نہ ساسانی۔

اس میں ہمارے  
خیال سے زیادہ  
عربی موسیقی کا  
اثر ہے۔

یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ اُس عربی موسیقی کا اثر ہندوستانی موسیقی پر اُتنا ہی پڑا جتنا کہ مذکورہ چند نمون کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہو۔ میل جوں کی جوشان رہی ہے اور صدیوں تک جیسا عظیم الشان کون دنساد ہوتا رہا ہے اُس سے قطعی طور پر یہ راے قائم کیجا سکتی ہے کہ ہمارے علم اور قیاس سے بدرجہزادہ اثر عرب و فارس کے اُس فن کا ہمارے موجودہ فن پر ہوا ہو گا۔

اس کا فرنس کے  
کیا مقاصد ہونے  
چاہیے۔

اور اس کا فرنس کے اہم ترین مقاصد میں یہ بھی ہونا چاہیے کہ ان تمام اثرون کا پتہ لگائے۔ ایران کے بالکل مغینوں کو تلاش کر کے ان کی تمام دھنیں ہیان کے مبصر مغینوں کو سنائی جائیں۔ اور دیکھا جائے کہ وہاں کے کس راگ کے سر ہیان کے کس راگ سے ملتے ہیں۔ اور جن راگوں کی نسبت ہمارا خیال ہو کہ اُس عربی موسیقی سے ہماری موسیقی میں آئے ہیں وہ اپنے قدیم اصلی نغمہ کے مطابق

میں یا ہندوستان کے گلوں میں آکے بدل گئے ہیں؟ اور بدلتے ہیں تو کہاں تک؟

فی الحال سمجھا جاتا ہے کہ قول دہی مخفی ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان میں آئے۔ مگر ہم جہاں تک غور کرتے ہیں سوا اس کے کہ قولون کے گانے کی وضع تھوڑی بدی ہوئی ہے باقی ان میں وہی راگ راگنیاں اور دھنیں مردج ہیں جو ہندوستان کی موسیقی کی ہیں۔ وہ اپنا کوئی جداگانہ فن نہیں کھتے۔ پتہ لگا۔ اچا ہے کہ اُس عربی موسیقی اور قولی میں اب کیا امتیاز ہے؟ اگر قومیت اور مذہب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو قولون کے علاوہ ہیان کی موسیقی کے تمام مستند اساتذہ موجودہ موسیقی کے مرتبان سلف ہو اکل نہ بہ دست گوئیے بھی مسلمان ہیں۔ موجودہ فن جس حالت میں ہو اُس کے نشوونما کا آغاز امیر خسرو کے زمانے سے ہوا جن کے ایجاد کیے ہوئے راگ آج تک مردج ہیں۔ تراۃ بھی اُنھیں سے شروع ہوا۔ ستار اُنھیں نے ایجاد کیا۔ اور قولی کی موجودہ فن تو خاص اُنھیں کی قائم کی ہوئی بتائی جاتی ہے۔ اس کے بعد گولیار کے راجہ مان سنوار گجرات کے عمر سلطان بہادر جو پور کے سلطان حسین شری موسیقی کے خاص مرتبی رہے۔ اور آخر میں شہنشاہ اکبر محمد شاہ رنگیلے۔ اور لکھنؤ کے آصف الدولہ اور داعود علی شاہ کے زمانوں میں اس کو نامیان ترقی ہوئی۔ موجودہ فن کی علی طور پر جو شان نظر آرہی ہے اُس مذکورہ عربی موسیقی کی اکثر یادگاریں موجود ہیں۔

گذشتہ صدیوں میں ہندوستان کی موسیقی کو مسلمانوں نے اس کثرت سے اور ایسے شوق سے اختیار کیا کہ ہندو گوئی شاذ ذمہ دار

مسلمانوں نے اس کو اپناف کر لیا

باتی رہ گئے۔ فی الحال بڑے بڑے دربار وون کے تمام مخفی مسلمان ہی ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ فی الحال یہ فن ہندوں کا نینین بلکہ مسلمانوں کا ہے۔ کہا جاتا ہے اور پسح کہا جاتا ہے کہ محمد شاہ کے زمانے سے موسیقی میں تنزل شروع ہوا۔ جملہ صہیان سار بگ نے خیال ایجاد کیا۔ اور اسکے بعد لکھنؤ کی بد مرادی نے پہا اور چھٹری کو رد اج دے کے ملک میں ایک سبندل اور بازاری مذاق پیدا کر دیا۔ جس نے ہماری دُصرپ کے متین و شایستہ علمی مذاق کو مٹا دیا۔ لیکن اس سے زیادہ موجودہ پارسی تھیٹر موسیقی کو تباہ کر دے ہے ہیں۔ جن کی طرف ملک کی گردیدگی اس قدر بڑھتی جاتی ہے کہ اگر ان کی بیوودہ بیوزک خاص طور پر توجہ کر کے نسبھائی گئی تو ہماری موسیقی کو ایسا سخت نقصان پہنچ جائے گا جس کا پھر کوئی علاج نہ ہو سکے گا۔

فی الحال اپنی موسیقی کی ترقی کے لیے ہمیں جن تما بیر کو اختیار کرنا چاہتے ہیں وہ میرے خیال میں حسب ذیل ہونی چاہتے ہیں۔

(۱) تمام مستند گوتون اور سنکرت دان پنڈتون سے مدد لے کے اس کا پتہ لگایا جائے کہ رتانا کر اور اس کے قریب العہد مصنفوں کی موسیقی کیا اور کس شان کی تھی۔ فی الحال جو تقسیم را گون را گنیون اور بھارجون وغیرہ کی تباہی جاتی ہے یہ کب سے شروع ہوئی؟ اور یہ قدیم موسیقی کے موافق ہے یا نہیں؟

(۲) عرب و عجم کی مذکورہ بالا موسیقی پر غور کر کے اور اس کی تاریخ کے ماہروں سے دریافت کر کے معلوم کیا جائے کہ موجودہ موسیقی پر مسلمانوں کی موسیقی کا کس قدر اثر ہے۔ اس کے اصول اور اس کے راگ چارے

اصول اور راگوں سے کہان تک ملتے جلتے ہیں۔ اور آیادہ موسیقی آس قابل ہو کہ اُس کی مدد سے ہماری موسیقی کی ترقی میں مدد لی جائے؟ یادوں نوں اصولاً اس قدر جدا ہیں کہ اُس کی شرکت مضر ہے۔ اور اگر ایسا ثابت ہو تو اس وقت تک جو کچھ اثر اُس موسیقی کا پڑھ کچا ہو اُس کو بھی دور کر دیا جائے۔

(۳۴) اس جہاں بنان کے بعد شخص کر لیا جائے کہ ہمارے فن موسیقی میں کتنے راگ۔ کتنی راگینیاں۔ اور کتنی دھنیں ہیں۔ اُن میں کون کون سُرکش شان سے لگتے ہیں۔ اور علی طور پر اُن کی مسلمہ شان و صورت کیا ہے؟”

(۳۵) یورپ کے مغربی اثر سے جو ہماری معاشرت کے ساتھ ہمارے تمام فنون کو بھی گندہ کر رہا ہے۔ ہندوستان کی موسیقی کو بجا یا جائے۔ جن حضرات کا یہ خیال ہو کہ یورپ کے میوزک سے ہندوستانی موسیقی کو کسی قسم کا فائدہ ہونے گا وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ ادھر درخ کرنا اپنے قومی راگوں کو سُردار نہیں بلکہ غارت کرنا ہو گا۔ اس لیے بڑے اہتمام سے کوشش کی جائے کہ ہماری موسیقی اپنی اصلی حالت پر برقرار رہے۔

(۳۶) جس قدر جلد ممکن ہو موسیقی کو تحریر میں لانے کے لیے نویشن کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ جو ہمارا نہایت ہی ضروری اور سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔

ان تمام تدبیروں کے اختیار کرنے کے لیے غالباً مندرجہ ذیل کارروائیاں مناسب ہوں گی۔

ان تدبیروں کے  
عمل میں لائے کی  
صورتیں

( الاول ) صاحب راے موسیقی والون اور مستند و مسلم الثبوت  
گویون کی ایک کمیٹی قائم کر دی جائے جو پہلی تین تدبیروں کو اختیار کر کے  
مفید و قابل و ثوق تابع پیدا کرے۔ اُس میں ایسے اور کافی رکھے جائیں  
جو سنسکرت کی موسیقی میں پورا درخواز کھتے ہوں۔ اور تمدنی دلہنپڑ  
کی تابع سے آگاہ ہوں۔ دو چاروں کن اُس کمیٹی کے ایسے بھی ہوں جو  
ایرانی و عربی موسیقی کو حانتے ہوں۔ اور تباہیں کہ ہماری اور ان کی  
موسیقی میں کیا فرق ہے۔ اور ہندوستان کی موسیقی میں اُن کی کون کون  
سی دھنیں آگئی ہیں۔ اور اُن کا کون نغمہ ہمارے کس نغمہ سے مطابہ ہوا ہے۔

( دوم ) تھیسٹریکل کمپنیوں کے طریقے سے ایک اعلیٰ درجہ کا کافرٹ  
قائم کیا جائے اور اُس میں خواہ کسی ڈراما کی وضعیت میں خواہ یونیورسٹی  
موسیقی کے تمام راگ اور راگنیاں اپنی اصلی ردایات کے مطابق رنگ وضع  
تباس اور حالت میں دلکھائی جایا کریں۔ اور اُن ایکٹر ون اور ایکٹر سون  
کی زبان سے اُن کا نغمہ صحیح عددون اور سُردن سے ادا کرایا جائے۔ ایسے  
ایک کافرٹ کی ہندوستان کو بجد ضرورت ہے۔ اور اگر اس اصول پر کوئی  
کمپنی اچھے سرمایہ سے قائم کی گئی تو مجھے یقین ہے کہ اُسے بہت زیادہ  
کامیابی ہوگی۔ یہ کافرٹ دورہ کر کے سارے ہندوستان کا مذاق  
موسیقی درست کر دے گا۔ اور چند ہی روز کے اندر ہماری موسیقی زمین  
ہو جائے گی۔

( سوم ) لائق اور قابل لوگوں کی ایک منتخب اور جدا گانہ کمیٹی  
نویشن یعنی خط موسیقی کے ایجاد کے لیے منتخب کی جائے۔ جو پورپ کے نوٹس  
اور مدرس میں جو خط موسیقی ایجاد کیا گیا ہے اُس پر غور کر کے آسانی

سے ایک مناسب خط نغمہ ایجاد کر لے گی۔

میرے نزدیک اس میں زیادہ دشواری نہ ہو گی۔ میں نے اکتوبر ۱۹۱۳ء میں اپنے رسالہ دلگذار میں "موسیقی" پر ایک مضمون لکھا تھا۔ جس کا وہ حصہ جو تحریر موسیقی سے تعلق رکھتا ہے اس کا اس لکھنے میں اعادہ کر دینا شاید نامناسب نہ ہو گا۔ لہذا وہ حسب ذیل ہے:-  
"پوپ گری گوری کے مرنے کے بعد جو ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے

اس بات کی کوشش شروع ہوئی کہ موسیقی کی ذہنوں کو کسی طرح سے قلبند کیا جائے۔ مگر اس نہ مانے میں جو خط موسیقی ایجاد کیا گیا اس کا لکھنا چاہئے آسان ہو مگر گاتے وقت اُس کا لحاظ رکھنا اور اُس پر عمل کرنا بہت ہی دشوار تھا۔ اس لیے کہ ہمارے ہیان جس طرح بعض لوگوں نے سُردن کے ناموں کے پہلے حرف یا ملکرے مکھ دیے ہیں وہاں بھی لکھ دیے جاتے تھے۔ مثلاً سرگم کی جگہ "س" یا "سر"، ملکھب کی جگہ "ر" یا "رکھ"۔ گندھار کی جگہ "گ" یا "گن" یہ تحریر کسی حد تک ذہنوں کو محفوظ ضرور رکھ سکتی تھی مگر گانے والے گاتے وقت اُس سے مطلق فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے۔ اور آواز کے دیگر خصائص تو مطلقاً نہیں معلوم ہو سکتے تھے "دوین صدی" کے آخر میں اس تحریر کو من جمیع الوجہ ناقص دیکھ کے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا گیا۔ اس میں سُردن کے شمار کے لحاظ سے سات سو اڑی خطوط قائم کیے جاتے۔ نغمہ کا خط اُن میں لہرا ہوا چلتا اور گلا جس سُر پر ہوتا اُسی سُر کی لکیر پر ہونچا دیا جاتا۔ اور اسکے ساتھ گلے کے دیگر خصائص دھنکات نقطوں اور اڑتے ترچھے اشاروں

خط موسیقی کی تاریخ

سے بتا دیے جاتے۔

”اس خط نے موسیقی کی تحریر بہت آسان کر دی۔ لیکن ۲۲ سالہ ۶ میں جب پوپ بنی ڈکٹ ہشتم کا زمانہ تھا اس خط موسیقی میں اور بہت سی تر قیان اور اصلاحیں ہوئیں۔ چنانچہ اسی زمانے میں پادری یون کے بنی ڈکٹن گروہ کے ایک راہب نے جو علاقہ ٹسکانی کے ایک گنمایم گاؤں اور زندگی میں پیدا ہوا تھا اور ”گوئی ڈر“ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا ساتوں خطوط متوازی کا وہ شمارہ سات سے گھٹا کے چارہ ہی کر دیا۔ اس لیے کہ چارہ خطوط اور اُن کے درمیان کسی تین خلاؤں سے مل کے سات مقامات قائم ہو سکتے تھے۔ اس میں چوبکہ خطوط کی درمیانی خلاسے بھی کام لیا گیا تھا اس لیے نقطوں اور آڑے ترچھے خطوں کے علامات و نشانات اُن خطوں کے درمیان میں بھی قائم کر دیے جاتے۔

”یہی تحریر موسیقی آج تک یورپ میں مردیج ہے۔ اور وہاں کے تمام موسیقی کا بجون میں اسی خط موسیقی کی تقییم دی جاتی ہے“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اگر چاہیں تو اس تحریر سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن نہیں۔ مناسب یہ ہو گا کہ ایک لکھی اس پر غور کر کے اپنے موسیقی کے سورون۔ مینڈون اور زمزموں اور اُن کے نیچے اور اُوپر کے مدارج کے لحاظ سے نئی علامتیں قائم کر کے اس خیال سے فائدہ اٹھائے اور اسی تحریر کو اپنا بنا لے۔

پورپ کے اس  
خط کو ہم اپنا  
بنائیں ہیں

اب میں اپنے سامعین سے یہ غدر کر کے رخصت ہو نا ہوں  
کہ میں دراصل اُس عزت کا اہل نہ تھا جو اس کا نفر نہ میں  
شریک کر کے مجھے دی گئی۔ میں مو سیقی سے علی خود پر پوچھیے تو  
بالکل ناداقت ہوں۔ مگر اہل فن کی صحبت اور مطالعہ کتب  
نے ایک حد تک اس فن سے آشنائی کر دیا ہے۔ جس کی وجہ  
سے مجھے آپ ایسے باکمالون کی خدمت میں اپنے ان خیالات  
کے ظاہر کرنے کی بُرائی ہوئی۔ فقط

---



---

دل افروزه!

۱۰ ناولوں کے شائع خصوصاً مولننا شریکے ناولوں کے  
شیدا اس رسالہ کو ضرور خرید فرمائیں گے۔ جس میں  
مہمیشہ دوئٹے ناولوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے  
مجموعی صفحیات ڈاٹائل کے علاوہ ۳۲۵ ہوتے ہیں۔ اور  
ہر ناول کا ایک جزو رہتا ہے۔ ایک ناول مولننا کا طبع اور  
ہوتا ہے اور دوسرا نگریزی کے کسی ناول کا ترجمہ  
سالانہ چندہ مع محصول ڈاک دور و پیغام  
ہر سال کا پیلا نمبر عا۔ کا دی یہی بیچج کے  
چندہ دصول کر لیا جاتا ہے۔ منونے کے لیے ۳۴

سینه‌بندگانه و دل افروز

مہندب پک ایجنٹسی

## نهایت دچرخه و تابع دیدن اول

|    |                 |                 |   |
|----|-----------------|-----------------|---|
| ۱۰ | جنگ جرمن و نجیم | جنگ بلقان       | جنگ سران غسانی                                    |
| ۱۱ | سلطان           | سرد میدان       | اسرار ہند   |
| ۱۲ | محمد علی پاشا   | افشا س راز      | نشتر  |
| ۱۳ | رزم بزم         | ردم بیلی        | حور عین   |
| ۱۴ | دولتی پرستان    | دو لایتی پرستان | نیزبک فرنگ  |
| ۱۵ | ناشاد           | چاک سوا عشقہ    | جفا و فا  |
| ۱۶ | نشتر            | باد شاہ سلامت   | جوش خون   |
| ۱۷ | حسن سردر کامل   | پسپت باغ        | چاک سوا عشقہ                                      |
| ۱۸ | عفرو عباسہ      | خوبی قسمت       | عہد کامل  |
| ۱۹ | کو را           | اخڑو حینہ       | پل کاسانپ   |
| ۲۰ | دیوال دیوی      | تقدیر           | نکے علاوہ بھی ہر قسم کی کتابیں روائی ہو سکتی ہیں۔ |

دکھانہ

مولننا شر کامشنہ و رادبی: تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو  
کے علمی خزانہ کو اعلیٰ لفظ پر سے بھر دیا خریداروں کو ایک  
سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ وہ سرے بر س  
بھی خریدار رہیں تو مولانا نے مدد و حکم کا ایک نیا  
ناول صفت نذر کیا جاتا ہے۔ اور وہی سال ما بعد  
کے چند سے اور مخصوصاً لڈاک پر وہی پی روانہ کر دیا جاتا  
تمیت سالانہ مع محصولہ لڈاک پر رد لکداز کا وہی پی  
عمر کا اور ناول کا وہی پی اُس کا محصول بڑھانے  
کا بھیجا جاتا ہے: ناول کی تمیت اور ضخامت اتنی  
ہوتی ہو کہ رسالہ خریدار و نکو قریب قریب صفت پڑھتا ہو۔  
بنجرو لکھ از دل افروز

کارخانہ روضہ براہین

چہ خوبیوں کی تجارت صرف تجارت نہیں بلکہ ثواب ہر کون ہر جسے عطا  
خوبیوں دار ملؤں کھانے کے حقن کو تو امام اور گلوسوں کا شوق نہ ہو  
لوگ مختلف کارخانوں سے مٹکا نہیں مگر ان کا رخاں کی کی بے  
پر دالی سے چھاں نہ ملنے کے شاکی ہوتے ہیں۔ ان کی اس تکلیف  
کے دور کرنے کیلئے اس کارخانے نے یہ انتظام کیا ہے کہ مذکورہ بالا  
اشیا شہروں والیں عبادار کارخانوں سے اپنی بکرانی میں خرید کے  
اصلی قیمت پر دانہ کر دیا جائے اور مختصر فہرست ملاحظہ ہو۔  
عطر حنافتوں نہ اللعہ ہے، عکاء، عطر کیورٹ افیولہ للعہ، عکاء، عکاء،  
”حس“ عکاء،  
”عسلی“ عکاء،  
”بلیہ“ عکاء،  
”مولسری“ عکاء،  
”گلاب“ عکاء،  
”عروس“ عکاء،  
”جوہری“ عکاء،  
”موتیا“ عکاء،  
خوبیوں دار تما

جودیں

روزن حنای سیر عده هم، لعنه عا،  
روغن حنای سیر عده هم، لعنه عا،  
کیوڑا = عد، صر، لعنه عا،  
بلمه = صر، لعنه عا،

٦٣

زردنه شکی فی سیره عوام اللعمر  
قرامز عفرانی فی قوله ع، ۸-۶، ۲۱، ۲۰  
گولیان مشکلی طلائی فی قوله ع، ۱۰، ۸۸، ۷۶  
المشته عکس محمد سه ایج ایج که خا لکھنؤ

# قصائیف مولانا محمد عبدالجلیل صاحب سترہ

- (۱۹) فردوس بین۔ جیتنے جی جنت کی سیر۔ عہر  
 (۲۰) غیب ان دو طہن۔ حرث انگر غیب انی۔ عہر  
 (۲۱) حسن کا ڈاکو۔ حرام پور کے نواب کی سرگزشت۔  
 حصہ اول ۱۲ ار حصہ دوم۔ عہر ۱۲  
 (۲۲) اسرار در بار حرام پور۔ حرام پور کے نواب  
 کے اور حالات نمبر (۱) تا نمبر (۲۵)  
 (۲۳) خوفناک محبت۔ ہند و ستانی شریف زادیوں  
 کی پاکداستی و جہالت کی اسی اچھی تصویر ہیں ہو سکتی ہے  
 (۲۴) الفانسو۔ جزیرہ سسلی (صقلیہ) کے قدیم  
 حالات کا ایک تاریخی اقuedاعشق نہایت سچا دریور جذبا۔ ۱۲

## متفرق

- (۲۵) الحکم الرفاعیہ معرفت میں سید احمد رفاعی  
 کے ایک پرمغز رسالہ کا ترجمہ۔ عہر ۳۰  
 (۲۶) سرسید کی دینی کی برکتیں۔  
 دلگد اڑکی جلدیں

- (۲۷) جلد شمسیہ عہر (۲۱)، جلد شمسیہ عہر (۲۵)، جلد شمسیہ عہر (۲۸)، جلد شمسیہ عہر (۳۲)، جلد شمسیہ عہر (۳۳)، جلد شمسیہ عہر (۳۴)، جلد شمسیہ عہر (۳۵)، جلد شمسیہ عہر (۳۶)، جلد شمسیہ عہر (۳۷)، جلد شمسیہ عہر (۳۸)، جلد شمسیہ عہر (۳۹)، جلد شمسیہ عہر (۴۰)، جلد شمسیہ عہر (۴۱)، جلد شمسیہ عہر (۴۲)، جلد شمسیہ عہر (۴۳)، جلد شمسیہ عہر (۴۴)، جلد شمسیہ عہر (۴۵)

## متفرق مطبوعات دلگد اڑکیں

- معاشرت۔ انگریزی کی گلستان سرجان کیسکی  
 مشہور کتاب "یوز آف لائف" کا ترجمہ عہر  
 پاداں ش عمل۔ ایک نہایت ہی دلچسپ ناول ہو ہم  
 "درکنٹھ" کا ترجمہ جسے ہو لوی ایچ صدقی حسن صاحب نے  
 نہایت ہی خوبی و فضاحت سے ترجمہ کیا اور شاہزادہ  
 کے دل اڑ دز میں شائع ہوا۔ عہر

المشہر حکیم محمد سراج الحق میجھ دلگد اڑکڑہ بزن بیگ خاں۔ لکھو

## تاریخ

- (۱) چنید بغدادی۔ حضرت چنید کے حالات۔ عہر  
 (۲) ابو بکر بشی۔ حضرت بشی کے حالات۔ عہر  
 (۳) تاریخ سندھ۔ عرب کے فتوحات سندھ کی  
 محققاً تاریخ۔ جلد اول عہر، جلد دوم۔ عہر  
 (۴) عصر قدیم۔ اقوام سلف کی نہایت واضح تاریخ  
 (لابریری ایڈیشن نمبر ۲) عہر  
 (۵) حروب صیلیبیہ۔ انگریزی ترجمہ اور عربی  
 سے ترجمہ۔ عہر  
 (۶) افسانہ قیس۔ ہجنون عامری کے حالات۔  
 (لابریری ایڈیشن نمبر ۱) عہر ۱۳  
 (۷) حسن بن صباح۔ باطنیہ اسماعیلیہ کا بنی اور بیوی  
 کے خوجون کی صلیت (لابریری ایڈیشن نمبر ۳) عہر  
 (۸) سکینہ بنت حسین۔ جناب سکینہ کے حالات زندگی اور  
 خواجه معین الدین حشمتی۔ عہر ۱۶  
 (۹) ملکہ نوبیہ۔ سلف کی ایک عربی تراجمہ۔ عہر ۲۲  
 (۱۰) آغالی صاحب۔ رمیس مرحوم کے حالات صدر  
 ما ول

- (۱۱) فلور افلور نڈا۔ انڈس میں سلطنت عرب  
 (لابریری ایڈیشن نمبر ۶) عہر  
 (۱۲) قلبانہ۔ عہد صحابہ کا ایک سچا واقعہ  
 (لابریری ایڈیشن نمبر ۷) عہر  
 (۱۳) رومتہ الکبری۔ ردم پرگا لوگوں کا حملہ۔ عہر  
 (۱۴) زوال بُعد اد۔ دولت عبا یکہ سعیصال عہر  
 (۱۵) مادھ ملک۔ غوریوں کا عروج۔ عہر  
 (۱۶) یوسف بن خیر کامل جنگ میتی نہیں آپہ میتی۔ عہر  
 (۱۷) فتح انڈس۔ اپسین پرمدون کا حملہ۔ عہر  
 (۱۸) قفتح انڈس۔ اپسین پرمدون کا حملہ۔ عہر